ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2974

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(درس نظامی پروگرام)

کورس: تاریخ وتعارف اصول فقہ (2974) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ: 05 تا 09)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: مصالح کی اقسام؛ تعارض، ترجیح اور نسخ کے اصول و احکام (20 نمبر)

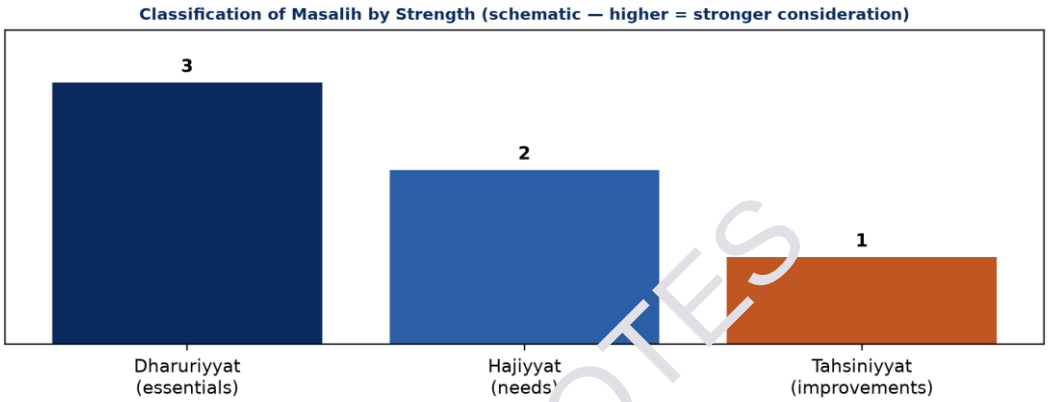
سوال نمبر 1: مصالح کی مختلف اقسام بیان کریں، نیز تعارض، ترجیح اور نسخ کے اصول و احکام کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

اصولِ فقہ کے اہم مباحث میں مصالح کا تصور اور دلائل کے باہمی تعارض کو حل کرنے کے اصول مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ شریعت کے احکام انسان کی حقیقی مصلحتوں کی حفاظت کے لیے آئے ہیں؛ دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کو اصولِ فقہ میں مقاصدِ شریعت کی بنیاد مانا جاتا ہے۔ دوسری طرف عملی زندگی میں بعض اوقات دو دلیلیں بظاہر ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آتی ہیں، تو اصولِ فقہ بتاتا ہے کہ اس ٹکراؤ کو نسخ، ترجیح یا جمع و تطبیق کے ذریعے کس ترتیب سے حل کیا جائے گا۔ اس سوال کے پہلے حصے میں مصالح کی مختلف اقسام بیان کی جائیں گی اور دوسرے حصے میں تعارض، ترجیح اور نسخ کے اصول و احکام کی وضاحت کی جائے گی۔ یہ مبحث خالص علمی ہے؛ کسی خاص معاملے میں کسی حکم کا اطلاق یا فتویٰ اہلِ علم کا کام ہے۔

مصالح کا مفہوم اور درجے کے اعتبار سے اقسام

مصلحت سے مراد وہ فائدہ اور خیر ہے جس کا لحاظ شارع نے احکام مقرر کرتے ہوئے رکھا ہے، اور مفسدے کو دور کرنا بھی اسی کا حصہ ہے۔ درجے اور ضرورت کے اعتبار سے مصالح کی تین مشہور اقسام ہیں۔ پہلی قسم ضروریات ہے: وہ مصلحتیں جن کے بغیر دین و دنیا کا نظام قائم نہیں رہ سکتا، جیسے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت؛ ان کے لیے سخت احکام آئے ہیں۔ دوسری قسم حاجیات ہے: وہ مصلحتیں جن کی ضرورت تو ہے مگر ان کے نہ ہونے سے زندگی بالکل بگڑتی نہیں البتہ تنگی اور مشقت پیدا ہوتی ہے؛ سفر میں نماز کی قصر اور روزے کی رخصت اسی قبیل سے سمجھی جاتی ہے۔ تیسری قسم تحسینیات ہے: وہ امور جو زندگی کو حسن، آداب اور مکارمِ اخلاق سے آراستہ کرتے ہیں، جیسے پاکیزگی اور اچھے اخلاق کی ترغیبات۔ یہ درجہ بندی بتاتی ہے کہ تعارض کی صورت میں کس مصلحت کو مقدم رکھا جائے گا۔



شکل 1: مصالح کی درجہ وار تقسیم — حاجیات، ضروریات، تحسینیات)

اعتبار کے اعتبار سے مصالح کی اقسام

شارع کے اعتبار کے لحاظ سے بھی مصالح کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی مصالحِ معتبرہ ہیں، یعنی وہ مصلحتیں جن کا اعتبار شارع نے کسی دلیل سے ظاہر کیا ہو، چاہے وہی خاص مصلحت ہو یا اس کی جنس؛ اکثر احکام اسی قسم پر مبنی ہیں۔ دوسری مصالحِ ملغاۃ ہیں، یعنی وہ بظاہر نظر آنے والے فائدے جنہیں شارع نے رد کر دیا ہو؛ ایسی مصلحت کی بنیاد پر حکم نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ شارع کا فیصلہ اس کے خلاف آ چکا ہے۔ تیسری مصالحِ مرسلہ ہیں، یعنی وہ مصلحتیں جن کے بارے میں نہ اعتبار کی خاص دلیل ہو نہ رد کی؛ ان کے بارے میں علماء کے یہاں تفصیلی بحث ہے کہ کن شرائط کے ساتھ، خصوصاً اجتماعی و انتظامی امور میں، ان کا لحاظ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تقسیم طالب علم کو سکھاتی ہے کہ ہر نظر آنے والا فائدہ شرعی مصلحت نہیں ہوتا؛ مصلحت وہی معتبر ہے جو شریعت کے مجموعی نظام اور مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

تعارض کا مفہوم اور اس کے حل کی ترتیب

تعارض سے مراد دو دلیلوں کا کسی مسئلے میں بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہونا ہے، اس طرح کہ دونوں پر ایک ساتھ عمل ممکن نظر نہ آئے۔ اصولِ فقہ میں یہ بات بنیادی ہے کہ حقیقی تعارض نصوص میں نہیں ہوتا، کیونکہ شارع کا کلام متضاد نہیں ہوتا؛ تعارض ہماری فہم یا دلیل کے درجے کے فرق سے پیدا ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے حل کی ایک ترتیب مقرر ہے: سب سے پہلے جمع و تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے، یعنی دونوں دلیلوں کو اس طرح سمجھا جائے کہ ہر ایک اپنے اپنے محل پر عمل کے قابل رہے، کیونکہ

دونوں کو کام میں لانا کسی ایک کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ اگر جمع ممکن نہ ہو تو دیکھا جاتا ہے کہ آیا ایک دلیل دوسری کو منسوخ کرنے والی تو نہیں، یعنی نسخ کی صورت ہے۔ اس کے بعد ترجیح کا مرحلہ آتا ہے اور آخری درجے میں توقف یا کم درجے کی دلیل کی طرف رجوع کی صورتیں زیرِ بحث آتی ہیں۔ یہ ترتیب فقہی اختلاف کو منظم رکھتی ہے۔

ترجیح کے اصول و احکام

ترجیح سے مراد کسی ایک دلیل کو دوسری پر کسی مضبوط پہلو کی بنیاد پر مقدم کرنا ہے۔ ترجیح کی بنیادیں کئی طرح کی ہوتی ہیں: سند کے اعتبار سے مضبوط روایت کو کمزور پر، متن کے اعتبار سے واضح اور محکم دلیل کو مبہم پر، حکم کے اعتبار سے اس دلیل کو جو دوسری کے مقابلے میں خاص یا زیادہ متعلق ہو، اور خارجی قرائن کے اعتبار سے اس دلیل کو جس کی تائید دوسرے مجموعی اصولوں سے ہوتی ہو۔ ترجیح ذاتی پسند کا نام نہیں؛ ہر ترجیح کے لیے کوئی نہ کوئی مرجح، یعنی ترجیح دینے والی وجہ، اصول کی کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ مجتہد جب ترجیح دیتا ہے تو وہ اس وجہ کو ظاہر کرتا ہے تاکہ اس کا عمل دلیل کے تابع رہے۔ معمولی طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ دو آراء میں سے کسی کو اختیار کرنے کا فیصلہ شہرت یا سہولت سے نہیں بلکہ دلیل کی قوت دیکھ کر اہلِ علم کرتے ہیں۔

نسخ کے اصول و احکام — مختصر تعارف

نسخ سے مراد کسی شرعی حکم کو بعد میں آنے والی شرعی دلیل سے اٹھا لینا ہے۔ اس سوال میں نسخ کا ذکر تعارض کے حل کے ایک مرحلے کے طور پر آیا ہے، اس لیے یہاں اس کے بنیادی اصول بیان کیے جاتے ہیں؛ نسخ کی تفصیلی بحث اگلے سوال میں بھی آئے گی۔ نسخ کے اہم اصول یہ ہیں کہ نسخ صرف اسی دور میں ممکن تھا جب وحی نازل ہو رہی تھی، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔ ناسخ کا متأخر ہونا اور منسوخ حکم کا پہلے ثابت ہونا ضروری ہے۔ نسخ کتاب و سنت کے قطعی اصولوں کے خلاف ذاتی رائے سے نہیں کیا جا سکتا اور اس کا دعویٰ صرف اسی وقت کیا جاتا ہے جب جمع و تطبیق ممکن نہ رہے۔ علماء نے نسخ کے دعوے میں ہمیشہ احتیاط برتی ہے، کیونکہ ہر بظاہر مختلف نص نسخ نہیں ہوتی؛ اکثر صورتوں میں تخصیص، تقیید یا الگ الگ محل ہونے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

جدول 1: تعارض کے حل کی ترتیب — خلاصہ

مرحلہ	طریقہ	نتیجہ
1	جمع و تطبیق	دونوں دلیلیں اپنے محل پر باقی
2	نسخ کی تحقیق	متأخر دلیل سے سابق حکم اٹھنا (صرف دورِ وحی میں)
3	ترجیح	مرجح کی بنیاد پر مضبوط دلیل مقدم
4	توقف / رجوع	دلیل واضح ہونے تک احتیاط

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مصالح شریعت کے مقاصد سے جڑا ہوا تصور ہے اور اس کی اقسام — ضروریات، حاجیات و تحسینیات، معتبر، ملغاۃ و مرسلہ — یہ سکھاتی ہیں کہ کون سی مصلحت کب اور کتنی معتبر ہے۔ تعارض دلائل کا ظاہری ٹکراؤ ہے جسے طے شدہ ترتیب سے حل کیا جاتا ہے: پہلے جمع، پھر نسخ کی تحقیق، پھر ترجیح۔ ترجیح دلیل کی قوت پر ہوتی ہے پسند پر نہیں، اور نسخ صرف دورِ وحی تک محدود ایک خاص صورت ہے جس کا دعویٰ نہایت احتیاط سے کیا جاتا ہے۔ ان اصولوں کو سمجھنے سے فقہی اختلاف کا مطالعہ بے ترتیبی کے بجائے ایک منظم علمی نظام کے طور پر سامنے آتا ہے اور طالب علم ہر بحث کو اس کے درست مقام پر رکھنا سیکھ جاتا ہے۔

سوال نمبر 2: مفہوم اور وجوہِ البیان؛ نسخ کی تعریف، اقسام اور احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 2: مفہوم اور وجوہِ البیان سے کیا مراد ہے؟ نیز نسخ کی تعریف، اقسام اور متعلقہ احکام تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

نصوص سے احکام اخذ کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی کلام اپنے منطوق، یعنی بولے گئے الفاظ، کے علاوہ اپنے مفہوم سے بھی کچھ بتاتا ہے یا نہیں، اور یہ کہ شارع کا بیان کن کن صورتوں میں آتا ہے۔ اسی سے مفہوم اور وجوہِ البیان کے مباحث متعلق ہیں۔ سوال کے دوسرے حصے میں نسخ کی بحث ہے جو پچھلے سوال میں بطورِ مرحلہ آئی تھی اور یہاں اس کی تعریف، اقسام اور احکام تفصیل سے مطلوب ہیں۔ اس جواب میں پہلے مفہوم کی تعریف اور اقسام، پھر وجوہِ البیان کی پانچ مشہور صورتیں اور آخر میں نسخ کا مکمل مبحث ترتیب سے بیان کیا جائے گا۔ یہ تمام مباحث اصولی اور تعلیمی ہیں؛ کسی خاص آیت یا حکم کے بارے میں قطعی فیصلہ کہ وہ منسوخ ہے یا نہیں، متعلقہ اہلِ علم اور مستند تفاسیر و اصول کی طرف رجوع کا متقاضی ہے۔

مفہوم سے مراد

مفہوم سے مراد وہ حکم ہے جو کلام کے الفاظ سے براہِ راست بولا نہ گیا ہو مگر کلام کے معنی اور سیاق سے سمجھا جائے۔ منطوق کے مقابلے میں مفہوم کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ پہلی مفہومِ موافقہ ہے: جب مسکوت عنہ، یعنی جس کا ذکر نہیں ہوا، کا حکم مذکور کے حکم کے موافق بلکہ اس سے بڑھ کر ہو؛ اس کی مشہور صورت یہ ہے کہ کسی چیز کی کم درجے کی صورت منع ہو تو اس سے بڑی صورت بطریقِ اولیٰ منع سمجھی جائے۔ دوسری مفہومِ مخالفہ ہے: جب مذکور کے برعکس صورت میں حکم بھی برعکس سمجھا جائے، جیسے کسی حکم کا کسی صفت یا شرط کے ساتھ مقید ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ اس صفت یا شرط کے نہ ہونے پر حکم بھی نہیں۔ مفہومِ مخالفہ کی حجیت اور اس کی شرائط میں اصولیوں کے یہاں تفصیلی اختلاف ہے، اس لیے اسے اس کے قواعد کے ساتھ ہی استعمال کیا جاتا ہے، اندازے سے نہیں۔

وجوہِ البیان سے مراد

بیان سے مراد شارع کی طرف سے کسی حکم یا کلام کی وضاحت ہے۔ وجوہِ البیان سے مراد بیان کی وہ مختلف صورتیں ہیں جن کے ذریعے کوئی حکم واضح ہوتا ہے۔ حنفی اصولیوں نے بیان کی پانچ مشہور صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی بیان محض تائید و تقریر ہوتا ہے، کبھی مجمل کی تفسیر، کبھی عام یا مطلق میں تبدیلی جیسی صورت، کبھی حکم

کی تبدیلی یعنی نسخ اور کبھی ضرورت کی وجہ سے سکوت کا بیان سمجھا جاتا۔ ان صورتوں کو الگ الگ جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر وضاحت کا حکم الگ ہے: مثلاً تفسیر اصل کلام کا حصہ سمجھی جاتی ہے جبکہ تبدیلی والی صورتوں کے شرائط سخت ہیں۔ طالب علم جب کسی نص کے ساتھ شارع کی وضاحت دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت کس قسم کی ہے اور اس پر کون سے اصول لاگو ہوں گے۔ یہی درجہ بندی اصولِ فقہ کی اصل روح ہے۔

Figure: Wujuh al-Bayan — Commonly Listed Forms (schematic)



شکل 1: وجوہِ البیان کی مشہور صورتیں — خاکہ

وجوہِ البیان کی پانچ صورتیں

پہلی صورت بیانِ تقریر ہے: جب بعد کا کلام پہلے حکم کو اسی طرح قائم و مؤکد کرے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو؛ اس کا فائدہ حکم کا پختہ ہونا ہے۔ دوسری صورت بیانِ تفسیر ہے: جب مجمل یا مشکل کلام کی مراد کھول دی جائے، جیسے کسی مجمل حکم کی تفصیل بعد میں بیان ہو جائے؛ یہ بیان اصل حکم ہی کی وضاحت ہوتا ہے۔ تیسری صورت بیانِ تغیر ہے: جب بیان سے حکم کی صورت میں ایسی تبدیلی آئے جیسے عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید؛ یہاں اصل حکم باقی رہتا ہے مگر اس کا دائرہ متعین ہو جاتا ہے۔ چوتھی صورت بیانِ تبدیل ہے جس سے نسخ مراد لیا جاتا ہے، یعنی پہلا حکم اٹھا کر دوسرا حکم قائم کرنا۔ پانچویں صورت بیانِ ضرورت ہے: جہاں شارع کا سکوت یا کسی موقع پر بیان نہ کرنا ہی ضرورتاً کسی حکم پر دلالت کرے۔ ان پانچوں صورتوں کی شرائط و احکام اصول کی کتابوں میں الگ الگ ابواب میں بیان ہوئے ہیں۔

نسخ کی تعریف اور اس کے ارکان

نسخ لغت میں کسی چیز کو ہٹانے یا نقل کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد کسی شرعی حکم کو بعد میں آنے والی شرعی دلیل کے ذریعے اٹھالینا ہے، اس طرح کہ اگر بعد والی دلیل نہ آتی تو پہلا حکم باقی رہتا۔ اس تعریف سے تین چند ارکان نکلتے ہیں: ایک منسوخ حکم جو پہلے ثابت ہو، ایک ناسخ دلیل جو بعد میں آئے، اور دونوں میں ایسا تعلق کہ جمع ممکن نہ ہو۔ نسخ کا وقوع صرف اس دور میں ہوا جب وحی نازل ہو رہی تھی، وحی کے خاتمے کے بعد نہ کوئی حکم منسوخ ہو سکتا ہے نہ کوئی شخص نسخ کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ نسخ کی حکمت تدریجی تربیت اور حالات کی رعایت میں سمجھائی جاتی ہے: بعض احکام کسی مرحلے کے لیے تھے اور مقصد پورا ہونے پر ان کی جگہ آخری حکم آ گیا۔ نسخ عقل یا ذاتی رائے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے دلیل اور تاریخی ترتیب کا علم ضروری ہے۔

نسخ کی اقسام

نسخ کی کئی اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے۔ ایک تقسیم یہ ہے کہ کبھی حکم منسوخ ہوتا ہے اور تلاوت باقی رہتی ہے، کبھی تلاوت منسوخ ہوتی ہے اور حکم باقی رہتا ہے، اور کبھی حکم و تلاوت دونوں کے نسخ کی صورت کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ دوسری تقسیم ناسخ کے اعتبار سے ہے کہ نسخ کتاب سے کتاب کا، سنت سے سنت کا اور بعض صورتوں میں کتاب و سنت کے باہمی نسخ کے بارے میں علماء کی تفصیلی آراء ہیں جن میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ تیسری تقسیم یہ کہ نسخ کبھی بدل کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی منسوخ حکم کی جگہ نیا حکم آتا ہے، اور کبھی اس صورت میں بھی بیان ہوتا ہے کہ حکم اٹھالیا جائے۔ طالب علم کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ان اقسام کا مطالعہ اصول کے طور پر کیا جائے؛ کسی معین آیت یا حدیث کو کسی قسم میں رکھنا تفسیر و حدیث کے ماہرین کا کام ہے اور اس میں جلد بازی درست نہیں۔

نسخ کے متعلقہ احکام و شرائط

نسخ کے اہم احکام و شرائط یہ ہیں: اول یہ کہ نسخ کا ثبوت یقینی یا معتبر دلیل سے ہو، محض امکان یا گمان کافی نہیں۔ دوم یہ کہ ناسخ کا منسوخ سے متأخر ہونا معلوم ہو، ورنہ یہ فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا کہ کون سا حکم اٹھا۔ سوم یہ کہ نسخ عقائد اور ان بنیادی امور میں نہیں ہوتا جن کا تعلق خبر اور اعتقاد سے ہے؛ نسخ کا تعلق عملی احکام سے ہے۔ چہارم یہ کہ جب تک جمع

و تطبیق یا تخصیص سے مسئلہ حل ہو سکے نسخ کا دعویٰ نہیں کیا جاتا، اسی لیے علماء کے یہاں منسوخ قرار دی گئی صورتوں کی تعداد محدود اور محتاط ہے۔ پنجم یہ کہ نسخ کی حکمت اور تدریج کو سمجھنا چاہیے تاکہ یہ غلط فہمی نہ ہو کہ احکام میں کوئی تضاد تھا؛ دراصل ہر حکم اپنے مرحلے اور مصلحت کے اعتبار سے درست تھا اور آخری حکم ہی امت کے لیے دائمی عمل ہے۔ یہ شرائط نسخ کے باب کو بے لگام دعووں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

جدول 1: مفہوم، بیان اور نسخ — اجمالی فرق

کلیدی نکتہ	مفہوم	مبحث
بطریقِ اولیٰ دلالت	غیر مذکور کا حکم مذکور کے موافق	مفہومِ موافقہ
حجیت میں تفصیلی بحث و شرائط	برعکس صورت میں برعکس حکم	مفہومِ مخالفہ
اصل حکم ہی کی تبیین	مجمل کلام کی وضاحت	بیانِ تفسیر
حکم باقی، دائرہ متعین	تخصیص و تقیید جیسی تبدیلی	بیانِ تغیر
صرف دورِ وحی میں؛ سخت شرائط	سابق حکم کو متأخر دلیل سے اٹھانا	نسخ (بیانِ تبدیل)

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مفہوم کلام کے غیر منطوق مگر سمجھے جانے والے حکم کو کہتے ہیں جس کی دو قسمیں موافقہ و مخالفہ ہیں۔ وجوہِ البیان شارع کی وضاحت کی پانچ مشہور صورتیں ہیں: تقریر، تفسیر، تغیر، تبدیل اور ضرورت، اور ہر صورت کا اپنا اصولی حکم ہے۔ نسخ کسی شرعی عملی حکم کو متأخر شرعی دلیل سے اٹھانے کا نام ہے جو صرف دورِ وحی میں واقع ہوا، جس کی اقسام حکم و تلاوت کے اعتبار سے بیان ہوتی ہیں اور جس کے ثبوت کے لیے سخت شرائط مقرر ہیں۔ ان تینوں مباحث کا مشترکہ سبق یہ ہے کہ نصوص کو سمجھنا ایک منظم علم ہے؛ نہ ہر سمجھا جانے والا معنی معتبر ہوتا ہے نہ ہر اختلاف نسخ ہوتا ہے۔ قاعدے کے ساتھ مطالعہ ہی طالب علم کو افراط و تفریط سے بچاتا ہے۔

سوال نمبر 3: ادلّہِ احکام — مراد، ضرورت، اہمیت اور شرعی حیثیت (20 نمبر)

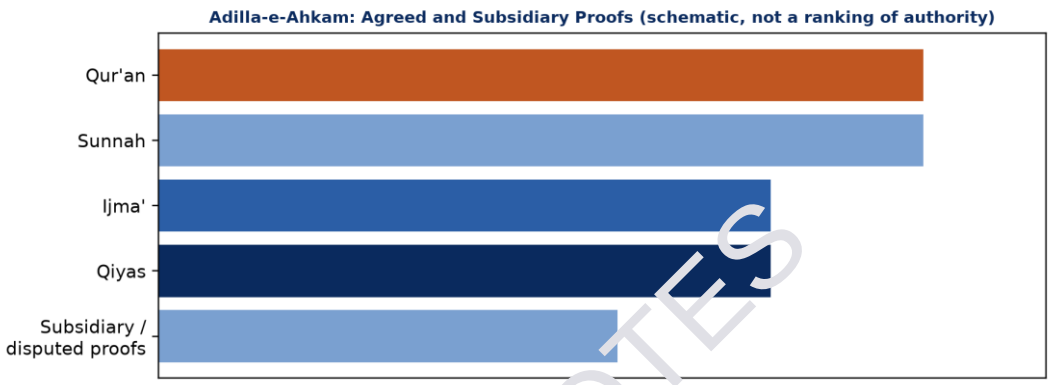
سوال نمبر 3: ادلّہ احکام سے کیا مراد ہے؟ ان کی ضرورت، اہمیت اور شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کریں۔ (20)

تعارف

اسلامی قانون کی سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہر حکم کسی دلیل پر قائم ہوتا ہے۔ ادلّہِ احکام اسی نظام کی بنیاد ہیں: وہ ذرائع جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ اگر دلیل کا تصور نہ ہو تو دین محض آراء کا مجموعہ بن جائے اور ہر شخص اپنی پسند کو شریعت کہنے لگے۔ اس سوال میں ادلّہِ احکام کا مفہوم، ان کی اقسام کا اجمالی تعارف، ان کی ضرورت، اہمیت اور شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کو متفق علیہ ادلہ کہا جاتا ہے، جبکہ استحسان، مصالحِ مرسلہ، استصحاب اور عرف جیسے ذرائع کے بارے میں علماء کی تفصیلی آراء پائی جاتی ہیں۔ یہ بحث تعلیمی ہے؛ کسی خاص مسئلے میں کسی دلیل کا اطلاق اہلِ علم ہی شرائط کے ساتھ کرتے ہیں۔

ادلّہِ احکام سے مراد

ادلہ، دلیل کی جمع ہے اور دلیل وہ چیز ہے جس پر صحیح غور کرنے سے شرعی حکم تک پہنچا جائے۔ ادلّہِ احکام سے مراد وہ تمام متعین ذرائع ہیں جن سے نماز، روزہ، معاملات اور دیگر امور کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے کتاب اللہ ہے جس کے احکام قطعی بنیاد ہیں۔ دوسرے نمبر پر سنت ہے جو کتاب کی تبیین بھی ہے اور بہت سے احکام کا مستقل ماخذ بھی۔ تیسرے نمبر پر اجماع ہے، یعنی امت کے علماء کا کسی حکم پر اتفاق، جو اختلاف سے اوپر کی حجت ہے۔ چوتھے نمبر پر قیاس ہے جس میں نئے مسئلے کو علت کی بنیاد پر نص والے مسئلے سے جوڑا جاتا ہے۔ ان چار کے علاوہ بعض ذرائع کو تبعی یا اختلافی ادلہ کہا جاتا ہے جن کی حیثیت و شرائط ہر مکتب نے اپنے اصولوں میں متعین کی ہیں۔ دلیل کی اس ترتیب کو مراتبِ ادلہ کہا جاتا ہے اور اسی ترتیب سے استنباط کیا جاتا ہے۔



شکل 1: ادلّہِ احکام — متفق علیہ اور تبعی ذرائع (خاکہ؛ یہ درجہ بندیِ اختیار ہے، قطعی درجہ بندیِ ثبوت نہیں)

ادلّہِ احکام کی ضرورت

ادلّہِ احکام کی ضرورت کئی پہلوؤں سے واضح ہے۔ پہلی ضرورت یہ ہے کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے؛ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نیا حکم براہِ راست نہیں آئے گا، اس لیے موجودہ ذخیرے سے نئے مسائل کا حل نکالنے کا واحد راستہ یہی ادلہ اور ان کے قواعد ہیں۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ مسائل لامحدود ہیں اور نصوص محدود؛ قیاس و اجتہاد جیسے ادلہ کے بغیر ہر نئے مسئلے پر نظام رک جائے گا۔ تیسری ضرورت اختلاف کے نظم کی ہے: جب سب کے سامنے متعین دلائل اور ان کے مراتب ہوں تو اختلاف بھی دلیل کے دائرے میں رہتا ہے اور ذاتی پسند شریعت کا نام نہیں پاتی۔ چوتھی ضرورت عام مسلمان کے اطمینان کی ہے کہ اسے معلوم ہو اس کا عمل کس بنیاد پر ہے۔ اس طرح ادلہ محض علماء کی بحث نہیں بلکہ پورے دینی نظام کے تسلسل کی شرط ہیں۔

ادلّہِ احکام کی اہمیت

ادلّہِ احکام کی اہمیت اس سے اندازہ ہوتی ہے کہ اصولِ فقہ کا پورا علم انہی کے گرد گھومتا ہے۔ دلیل کی حجیت، اس کے قطعی یا ظنی ہونے، اس کے عام و خاص اور مطلق و مقید ہونے اور تعارض کی صورت میں ترجیح کے قواعد — یہ سب مباحث ادلہ ہی کی تفصیل ہیں۔ ان ادلہ کی وجہ سے فقہ ایک منظم قانون کی صورت میں چودہ صدیوں تک مختلف علاقوں اور حالات میں قابلِ عمل رہا۔ ان کی اہمیت کا ایک پہلو تحفظِ دین بھی ہے: جس نظام میں ہر حکم کے لیے دلیل طلب کی جاتی ہو وہاں بدعت، خواہش پرستی اور بے بنیاد

باتوں کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے۔ دوسرا پہلو وسعت ہے: انہی ادلہ کے درست استعمال سے ایسے مسائل کا حل بھی نکلتا رہا جن کا زمانۂ نزول میں وجود نہیں تھا۔ یہ توازن — تحفظ کے ساتھ وسعت — ادلہ کے نظام کی سب سے بڑی خوبی اور اہمیت ہے۔

جدول 1: اہم ادلّۂ احکام اور ان کا کردار

کردار	حیثیت	دلیل
احکام کی قطعی بنیاد	متفق علیہ؛ اول ماخذ	کتاب
کتاب کی تبیین؛ مستقل ماخذ	متفق علیہ	سنت
علماء کے اتفاق کی حجت	متفق علیہ	اجماع
نئے مسائل کو اصل سے جوڑنا	متفق علیہ (تفصیل میں بحث)	قیاس
شرائط کے ساتھ تکمیلی ذرائع	تبعی / اختلافی	استحسان، استصحاب، عرف وغیرہ

ادلّۂ احکام کی شرعی حیثیت

ادلّۂ احکام کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ یہ شریعت ہی کے مقرر کردہ ذرائع ہیں، انسان کے خود ساختہ طریقے نہیں۔ کتاب و سنت کی حجیت خود نصوص سے ثابت ہے، اجماع کی حیثیت امت کے اجتماعی مقام سے جڑی ہے اور قیاس و اجتہاد کی بنیاد بھی اسی رہنمائی میں ہے جو صحابہ کے عمل سے ملتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیل کو ماننا دراصل شارع کو ماننا ہے اور دلیل سے بے نیازی شریعت سے بے نیازی کے مترادف ہے۔ البتہ ہر دلیل کا درجہ اور اس کے استعمال کی شرائط متعین ہیں: قطعی دلیل کے مقابلے میں ظنی دلیل نہیں آسکتی، اجمالی قاعدہ تفصیلی نص کو ختم نہیں کر سکتا اور اختلافی ذرائع کو متفق علیہ ادلہ کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ یہی درجہ بندی اس نظام کو بے ترتیبی سے بچاتی ہے اور اسے شرعی حیثیت عطا کرتی ہے کہ ہر بات اپنے ثبوت کے ساتھ کہی جائے۔

ادلہ کے نظام پر اعتراضات کا اصولی جواب اور احتیاطیں

بعض اوقات یہ سوال اٹھتا ہے کہ اتنے سارے ذرائع رکھنے سے اختلاف کیوں بڑھتا ہے۔ اصولی جواب یہ ہے کہ اختلاف ذرائع کی کثرت سے نہیں بلکہ ان کے اطلاق اور فہم کے فرق سے ہوتا ہے، اور ادلہ کا نظام اسی اختلاف کو منضبط کرتا ہے، ختم کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ دوسری احتیاط یہ ہے کہ دلیل کا استعمال اہلیت چاہتا ہے: نص کی زبان، سیاق، ناسخ و منسوخ اور عام و خاص کی پہچان کے بغیر دلیل پیش کرنا بھی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔ تیسری احتیاط یہ ہے کہ کم درجے کی یا اختلافی دلیل کو بنیاد بنا کر قطعی امور میں مداخلت نہیں کی جاتی۔ ان احتیاطوں کے ساتھ ادلہ کا نظام امت کے لیے رحمت ہے: عالم کے لیے استنباط کا راستہ، طالب علم کے لیے سیکھنے کا نقشہ اور عام مسلمان کے لیے اعتماد کا ذریعہ کہ اس کا دین دلیلوں پر قائم ہے، اندازوں پر نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ادلّۂ احکام سے مراد کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سمیت وہ متعین ذرائع ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی ضرورت اس لیے ہے کہ وحی ختم ہو چکی، مسائل لامحدود ہیں اور نظام کو دلیل کی بنیاد درکار ہے۔ ان کی اہمیت تحفظِ دین اور وسعتِ فقہ کے توازن میں ظاہر ہوتی ہے اور ان کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ یہ شارع کے مقرر کردہ ذرائع ہیں جن کا ہر ایک کا اپنا درجہ اور شرائط ہیں۔ جو طالب علم ادلہ کے مراتب اور شرائط کو سمجھ لیتا ہے اس کے لیے فقہ کا پورا نقشہ واضح ہو جاتا ہے کہ حکم کہاں سے آتا ہے، کیسے ثابت ہوتا ہے اور اختلاف کہاں پیدا ہوتا ہے۔ یہی سمجھ اصولِ فقہ کے مطالعے کا اصل حاصل ہے۔

سوال نمبر 4: استصحاب اور نہی — تعریف، اقسام اور متعلقہ احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 4: استصحاب اور نہی کی تعریف بیان کریں، نیز ان کی اقسام اور متعلقہ احکام کو تفصیل سے واضح کریں۔ (20)

تعارف

اس سوال میں اصولِ فقہ کے دو اہم مباحث اکٹھے آئے ہیں: استصحاب، جو تبعی دلائل میں شمار ہوتا ہے اور نہی، جو احکام کے الفاظ کے مباحث میں سے ہے۔ استصحاب کا تعلق کسی سابقہ ثابت شدہ حالت کے برقرار رہنے سے ہے، جبکہ نہی کا تعلق شارع کے اس مطالبے سے ہے جس میں کسی کام سے رک جانا مقصود ہوتا ہے۔ دونوں مباحث عملی زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں: استصحاب روزمرہ کے شکوک کو حل کرتا ہے اور نہی بتاتی ہے کہ ممنوع امور کا درجہ اور ان کے نتائج کیا ہیں۔ اس جواب میں پہلے استصحاب کی تعریف، اقسام، حجیت کی بحث اور احکام، پھر نہی کی تعریف، اس کے صیغے، اقسام اور اس کے تقاضوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ یہ بحث علمی ہے؛ کسی خاص معاملے میں نہی کا اطلاق اور اس کا نتیجہ اہلِ علم کے فتوے سے معلوم کیا جائے۔

استصحاب کی تعریف

استصحاب لغت میں کسی چیز کو ساتھ رکھنے اور اسے برقرار سمجھنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں استصحاب سے مراد کسی ایسی حالت یا حکم کو برقرار ماننا ہے جو پہلے یقیناً ثابت ہو چکی ہو، جب تک اس کے بدل جانے کی دلیل نہ ملے۔ اس کی سادہ مثال یہ ہے کہ جو شخص یقیناً وضو کی حالت میں تھا اور بعد میں وضو ٹوٹنے کا شک ہو تو اصل یہی رہے گا کہ وہ وضو پر ہے، کیونکہ یقین شک سے ختم نہیں ہوتا۔ یہ اصول عقل و عادت سے بھی ہم آہنگ ہے اور فقہ کے بڑے قواعد میں اس کا ظہور بار بار ہوتا ہے۔ استصحاب کو بعض علماء دلیل کے طور پر اور بعض اسے اصل حکم کی بقا کے طور پر بیان کرتے ہیں؛ بہر حال اس کا عملی مفہوم یہی ہے کہ ثابت شدہ صورت کو بلا دلیل ختم شدہ نہیں مانا جائے گا۔ یہ اصول زندگی کے بے شمار شکوک کو ایک قاعدے کے تحت حل کر دیتا ہے۔

استصحاب کی اقسام اور ان کے احکام

استصحاب کی کئی اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی قسم استصحابِ براءتِ اصلیہ ہے، یعنی انسان کو کسی حکم کا مکلف اس وقت تک نہ ماننا جب تک اس کے خلاف دلیل نہ آئے؛ یہ عدمِ تکلیف کی اصل ہے۔ دوسری قسم کسی ثابت حکم کی بقا کا استصحاب ہے، جیسے کسی ملکیت یا رشتے کا ثابت ہونے کے بعد اس کا برقرار مانا جانا جب تک ختم ہونے کی دلیل نہ ہو۔

تیسری قسم عام حکم کی بقا ہے، یعنی عام نص کا اپنے عموم پر باقی رہنا جب تک مخصص نہ آئے۔ چوتھی صورت وصف کے استصحاب کی ہے جس میں کسی شرعی وصف کا حکم اس کی بقا تک جاری سمجھا جاتا ہے۔ ان اقسام کے احکام میں یہ بات مشترک ہے کہ استصحاب حجت ہونے میں دلیل کے مقابلے میں کمزور درجے کا ہے: جہاں کوئی نص یا قیاس موجود ہو وہاں فیصلہ اسی سے ہو گا، استصحاب اس خلا کو پر کرتا ہے جہاں کوئی دوسری دلیل موجود نہ ہو۔ اسی لیے اسے آخری درجے کی دلیل کہا جاتا ہے۔

استصحاب کی حجیت پر بحث — اجمالی جائزہ

استصحاب کی حجیت میں علماء کی آراء مختلف رہی ہیں۔ ایک بڑی جماعت اسے شرعی دلیل مانتی ہے اور اسے شریعت کے مجموعی مزاج اور عمل کی استقامت کے لیے ضروری سمجھتی ہے۔ دوسری رائے رکھنے والے اسے مستقل دلیل کے بجائے محض عدمِ علم کی حالت قرار دیتے ہیں۔ اس اختلاف کی عملی صورت یہ نکلتی ہے کہ استصحاب سے نیا حکم ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے، مگر کسی ثابت شدہ حکم یا حالت کو محض شک کی بنیاد پر ختم کرنے سے سبھی روکتے ہیں۔ فقہ کے سنہری قواعد، جیسے یقین کا شک سے زائل نہ ہونا اور اصل کا بقا پر رہنا، اسی استصحابی سوچ کی عملی شکلیں ہیں۔ طالب علم کے لیے حاصل یہ ہے کہ استصحاب روزمرہ فقہ میں ہر جگہ کام آتا ہے، خصوصاً طہارت، ملکیت اور ذمہ داری کے شکوک میں، اور اس کے استعمال کی شرط یہی ہے کہ کوئی مضبوط دلیل موجود نہ ہو۔

نہی کی تعریف اور اس کے صیغے

نہی لغت میں روکنے اور منع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد شارع کی طرف سے کسی کام کو ترک کرنے کا ایسا مطالبہ ہے جو حتمی انداز میں کیا جائے، یعنی کسی فعل سے رک جانے کو لازم قرار دیا جائے۔ نہی کبھی صریح صیغے سے آتی ہے، جیسے ممانعت کا معروف اسلوب، اور کبھی خبر کے انداز میں یا کسی کام کو برا قرار دینے اور اس پر وعید سنانے کی صورت میں اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ نہی کے مقابلے میں امر ہے جو کسی کام کے کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے؛ دونوں مل کر تکلیفی احکام کی بنیادی زبان بنتے ہیں۔ اصولیوں کی بحث یہ ہے کہ نہی اصل میں کس چیز کا تقاضا کرتی ہے: حرمت کا، یا کراہت کا، اور کیا نہی سے وہ کام فاسد بھی قرار پاتا ہے یا صرف اس کا کرنا گناہ ہوتا ہے۔ یہی بحث آگے اقسام و احکام کی بنیاد ہے۔

نہی کی اقسام

نہی کی تقسیم کئی اعتبار سے کی جاتی ہے۔ تقاضے کے اعتبار سے نہی کبھی تحریم کے لیے ہوتی ہے، یعنی کام حرام قرار پاتا ہے، اور کبھی قرائن کی وجہ سے کراہت کے درجے میں رہتی ہے۔ اسی طرح نہی کبھی کسی کام کی ذات کی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ کام بجائے خود ممنوع ہو، اور کبھی کسی خارجی وصف کی وجہ سے ہوتی ہے، یعنی کام اصل میں جائز ہو مگر اس کے ساتھ کوئی ممنوع پہلو جڑ گیا ہو۔ ایک اور تقسیم یہ ہے کہ نہی عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے؛ دونوں کے نتائج میں فرق بیان کیا گیا ہے، خصوصاً اس مسئلے میں کہ عبادت میں نہی کا اثر اس کے فساد پر پڑتا ہے یا نہیں۔ بعض نہیاں ارشاد و رہنمائی کے درجے کی بھی سمجھی جاتی ہیں جہاں مقصود دینی تحریم نہیں بلکہ بہتر طرز کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ یہ تمام اقسام قرائن اور سیاق سے پہچانی جاتی ہیں، اس لیے ہر نہی کو ایک ہی درجے میں رکھنا اصولاً درست نہیں۔

نہی کے متعلقہ احکام

نہی کے اہم احکام یہ ہیں: اول یہ کہ نہی کا اصل تقاضا ممنوع کام سے مکمل اجتناب ہے، یعنی جس چیز سے روکا گیا اسے ترک کرنا ہی اصل حکم ہے۔ دوم یہ کہ جہاں تک علماء کی غالب بحث کا خلاصہ ہے، نہی اصل میں حرمت کا تقاضا کرتی ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ اسے کراہت یا ارشاد کی طرف پھیر دے۔ سوم یہ کہ نہی کا اطلاق فوری اور دائمی ہوتا ہے مگر قرائن سے اس میں بھی تخصیص آ سکتی ہے۔ چہارم فساد کا مسئلہ ہے: اگر نہی کسی عبادت یا معاملے کی ذات یا اس کے لازمی وصف کی طرف لوٹتی ہو تو اس کے بطلان و فساد کی بحث آتی ہے اور اگر خارجی امر کی طرف ہو تو حکم مختلف ہو سکتا ہے؛ اس تفصیل میں مذاہب کے درمیان فرق بھی ہے جسے اصول کی کتابوں میں مثالوں سمیت بیان کیا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ نہی کی خلاف ورزی کا گناہ ہونا اور اس عمل کا شرعاً معتبر ہونا دو الگ باتیں ہیں جنہیں خلط نہیں کرنا چاہیے۔

جدول 1: استصحاب اور نہی — موازنہ

نہی	استصحاب	پہلو
ترکِ فعل کا تکلیفی مطالبہ	سابقہ ثابت حالت کی بقا کا اصول	نوعیت

کتاب وسنت کے الفاظ کا مبحث	آخری درجے کی تبعی دلیل	درجہ
ممنوع امور اور ان کے نتائج	طہارت، ملکیت، شکوک کا حل	عملی میدان
اصل تقاضا حرمت؛ قرینہ سے کراہت بھی ممکن	یقین شک سے زائل نہیں ہوتا	کلیدی قاعدہ

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ استصحاب کسی ثابت شدہ حالت یا حکم کو دلیل کے بغیر ختم نہ ماننے کا اصول ہے، جس کی تقسیم میں براءتِ اصلیہ اور ثابت احکام و اوصاف کی بقا شامل ہیں اور جو دوسری دلیل نہ ہونے کی صورت میں آخری سہارا بنتا ہے۔ نہی شارع کی طرف سے ترکِ فعل کا مطالبہ ہے، جس کی اقسام تحریم و کراہت اور ذاتی و خارجی وصف کے اعتبار سے بیان ہوتی ہیں اور جس کے احکام میں اجتناب کا لزوم، فساد کی تفصیلی بحث اور قرائن کا لحاظ شامل ہے۔ دونوں مباحث مل کر طالب علم کو دو بنیادی صلاحیتیں دیتے ہیں: ثابت شدہ صورت کو شک سے نہ بدلنا اور ممنوع صورت کو اس کے درست درجے میں سمجھنا۔ یہی وہ اصولی توازن ہے جو فقہی زندگی کو افراط و تفریط سے بچاتا ہے۔

سوال نمبر 5: واجب اور حرام — تعریف، اقسام اور متعلقہ احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 5: واجب اور حرام کی تعریف بیان کریں، نیز ان کی مختلف اقسام اور متعلقہ احکام کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

احکامِ تکلیفیہ کے مطالعے میں واجب اور حرام دو بنیادی اور باہم متقابل احکام ہیں۔ واجب وہ انتہائی درجے کا مثبت مطالبہ ہے جس کا کرنا لازم ہو اور حرام وہ انتہائی درجے کی ممانعت ہے جس سے رک جانا لازم ہو۔ ان دونوں کو سمجھے بغیر نہ عبادات کی درجہ بندی سمجھ میں آتی ہے نہ معاملات کے جائز و ناجائز ہونے کا نظام۔ اس سوال میں پہلے واجب کی

تعریف، حنفی و جمہور کے یہاں اس کی اصطلاحی باریکی، اس کی اقسام اور احکام، پھر حرام کی تعریف، اس کی اقسام اور احکام تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔ یاد رہے کہ یہ جواب اصطلاحات کی تعلیمی وضاحت ہے؛ کسی خاص عمل کے واجب یا حرام ہونے کا فیصلہ نصوص کی روشنی میں اہلِ علم کرتے ہیں اور اسی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

واجب کی تعریف

واجب اس فعل کو کہتے ہیں جس کے کرنے کا مطالبہ شارع نے حتمی اور لازم انداز میں کیا ہو، اس طرح کہ کرنے والے کو ثواب ملے اور بلا عذر ترک کرنے والا گناہ اور ملامت کا مستحق ہو۔ جمہور علماء کے یہاں واجب اور فرض ایک ہی مفہوم کے دو نام ہیں، جبکہ حنفی اصطلاح میں ایک باریک فرق رکھا گیا ہے: جو حکم قطعی دلیل سے ثابت ہو اسے فرض اور جو ظنی دلیل سے اس درجے میں ثابت ہو اسے واجب کہا جاتا ہے۔ یہ فرق انکار کے حکم میں بھی اثر رکھتا ہے، اسی لیے حنفی کتابوں میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوتے ہیں۔ واجب کی مثالوں میں وہ اعمال آتے ہیں جن کا مطالبہ نصوص میں پختہ انداز میں آیا ہو۔ تعریف کے اجزا — حتمی مطالبہ، کرنے پر ثواب اور ترک پر استحقاقِ ملامت — واجب کو مندوب سے الگ کرتے ہیں جس کے ترک پر یہ حکم نہیں ہوتا۔

واجب کی اقسام

واجب کی کئی تقسیمیں ہیں۔ مکلف کے اعتبار سے واجبِ عینی وہ ہے جو ہر مکلف پر الگ الگ لازم ہو، جیسے بنیادی عبادات، اور واجبِ کفائی وہ ہے جو جماعت کی طرف سے بعض افراد کے کر لینے سے سب سے ساقط ہو جائے، جیسے بعض اجتماعی دینی و سماجی ذمہ داریاں۔ تقدیر کے اعتبار سے واجبِ معین وہ ہے جس کی صورت متعین ہو اور واجبِ مخیر وہ ہے جس میں چند صورتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا ہو۔ وقت کے اعتبار سے واجبِ مطلق وہ ہے جس کا کوئی خاص وقت مقرر نہ ہو اور واجبِ مقید وہ ہے جو وقت کے ساتھ بندھا ہو؛ مقید بھی وسعت والے وقت والا اور تنگ وقت والا ہو سکتا ہے۔ مقدار کے اعتبار سے بھی واجب محدود اور غیر محدود صورتوں میں بیان ہوتا ہے۔ ان تقسیموں کا فائدہ عملی ہے: ہر قسم کا حکم تقاضے، قضا اور سقوط کے اعتبار سے الگ ہو جاتا ہے۔

واجب کے متعلقہ احکام

واجب کے اہم احکام یہ ہیں: اول یہ کہ واجب کا انجام دینا لازم ہے اور اس کی ادائیگی اسی صورت میں معتبر ہے جو شارع نے بتائی ہو۔ دوم یہ کہ بلا عذر ترک کرنا گناہ ہے اور اگر واجب وقت والا ہو تو وقت گزرنے کے بعد اس کی قضا کی بحث آتی ہے۔ سوم یہ کہ واجبِ کفائی میں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو ذمہ داری سب متعلقین پر آتی ہے اور اگر بعض ادا کر دیں تو باقیوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔ چہارم یہ کہ واجب کا شروع کر دینا بعض صورتوں میں اس کی تکمیل کو لازم کر دیتا ہے، خصوصاً عبادات میں اس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔ پنجم یہ کہ واجب اور فرض کے حنفی فرق کی وجہ سے انکار اور ثبوت کے احکام میں بھی فرق آتا ہے، جبکہ جمہور کے یہاں دونوں ایک ہی درجے میں ہیں۔ یہ احکام بتاتے ہیں کہ درجہ بندی محض اصطلاحی کھیل نہیں بلکہ عمل کے نتائج سے جڑی ہوئی ہے۔

حرام کی تعریف

حرام اس فعل کو کہتے ہیں جس سے رک جانے کا مطالبہ شارع نے حتمی اور لازم انداز میں کیا ہو، اس طرح کہ اسے کرنے والا گناہ اور سزا کا مستحق ہو اور اس سے بچنے والے کو ثواب ملے۔ حرام واجب کی بالکل ضد ہے: واجب میں کرنے کا حتمی مطالبہ ہے اور حرام میں چھوڑنے کا۔ حنفی اصطلاح میں یہاں بھی قطعی و ظنی ثبوت کا فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے؛ جو ممانعت قطعی دلیل سے ثابت ہو وہ تحریم کے اعلیٰ درجے میں اور جس کا ثبوت کم درجے کا ہو اس کے بارے میں مکروہِ تحریمی جیسی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ حرمت کا تعلق کبھی کسی چیز کی ذات سے ہوتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ جڑے ہوئے کسی سبب سے۔ حرام کی تعریف میں یہ نکتہ اساسی ہے کہ اس کا فیصلہ شارع کا ہے؛ کسی چیز کو محض ذاتی ناپسندیدگی یا رسم کی بنیاد پر حرام کہنا درست نہیں۔

حرام کی اقسام

حرام کی سب سے مشہور تقسیم یہ ہے کہ حرام کبھی لذاتہ ہوتا ہے اور کبھی لغیرہ۔ حرام لذاتہ وہ ہے جو بجائے خود اور ہمیشہ ممنوع ہو، یعنی اس کی حرمت اسی کی ذات میں ہو۔ حرام لغیرہ وہ ہے جو اصل میں ممنوع نہ ہو مگر کسی خارجی سبب سے ممنوع ہو جائے، جیسے کوئی جائز عمل کسی ممنوع نتیجے کا ذریعہ بن جائے یا کسی ایسے وقت و حالت میں آ جائے جہاں

اس سے روکا گیا ہو؛ سبب ختم ہو جائے تو اصل حکم کی طرف رجوع کی بحث آتی ہے۔ ایک اور تقسیم حقوق کے اعتبار سے ہے کہ بعض محرمات کا تعلق حق اللہ سے ہے اور بعض کا حق العباد سے، اور دونوں کے نتائج، معافی اور تلافی کے احکام الگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح حرمت کبھی عبادات کے باب میں آتی ہے اور کبھی معاملات و اخلاق میں۔ ان اقسام کی پہچان اس لیے ضروری ہے کہ ہر ممنوع عمل کا درجہ اور اس کے ازالے کا طریقہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔

حرام کے متعلقہ احکام

حرام کے اہم احکام یہ ہیں: اول یہ کہ حرام سے اجتناب لازم ہے اور اس کا ارتکاب گناہ ہے جس پر توبہ کی ذمہ داری آتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر حرام کا تعلق کسی عبادت یا معاملے کی ذات سے ہو تو اس عمل کے شرعی اعتبار اور فساد کی بحث آتی ہے، جبکہ خارجی سبب والی صورت میں حکم اس سبب کے مطابق ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ ضرورت اور اضطرار کی استثنائی صورتوں میں اصولِ فقہ نے خاص شرائط کے ساتھ الگ احکام بیان کیے ہیں جن کا اطلاق نہایت احتیاط اور اہلِ علم کی رہنمائی سے ہوتا ہے؛ عام طالب علم کے لیے ان صورتوں کو خود سے وسیع کرنا درست نہیں۔ چہارم یہ کہ حق العباد سے متعلق محرمات میں صاحبِ حق کی تلافی اور معافی کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔ پنجم یہ کہ کسی چیز کی حرمت کا دعویٰ بھی دلیل چاہتا ہے جس طرح وجوب کا دعویٰ دلیل چاہتا ہے؛ یہی توازن شریعت کے نظام کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان احکام کا مطالعہ خالص علمی ہے اور عملی اطلاق میں ہمیشہ اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

جدول 1: واجب اور حرام — موازنہ

پہلو	واجب	حرام
مطالبہ	کرنے کا حتمی مطالبہ	چھوڑنے کا حتمی مطالبہ
انجام / ارتکاب	کرنے پر ثواب	کرنے پر گناہ
ترک	بلا عذر ترک پر گناہ و ملامت	ترک پر ثواب

لذاتہ ولغیرہ؛ حق اللہ وحق العباد	عینی وکفائی؛ معین ومخیر؛ مطلق ومقید	مشہور اقسام

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ واجب وہ فعل ہے جس کے کرنے کا حتمی مطالبہ ہو، جس کی اقسام عینی وکفائی، معین ومخیر اور مطلق ومقید کے طور پر بیان ہوتی ہیں اور جس کے احکام میں لزوم، قضا اور تکمیل کے مسائل شامل ہیں۔ حرام وہ فعل ہے جس سے رک جانے کا حتمی مطالبہ ہو، جس کی اقسام لذاتہ ولغیرہ اور حقوق کے اعتبار سے بیان ہوتی ہیں اور جس کے احکام میں اجتناب کا لزوم، فساد کی بحث اور ضرورت کی محتاط استثنائی صورتیں شامل ہیں۔ دونوں احکام مل کر تکلیفی نظام کی دو انتہائی اور واضح صورتیں بناتے ہیں جن کے درمیان مندوب، مباح اور مکروہ کے درجات آتے ہیں۔ ان اصطلاحات کی درست سمجھ طالب علم کو شریعت کے دعاوی کو ان کے صحیح درجے میں رکھنا سکھاتی ہے، جو فقہی زندگی کی بنیاد ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com